AL-TABYEEN, *[ISSN (P)* 2664-1178, *(E)* 2664-1186 | *Jul-Dec-2018, Vol: 2, Issue: 2*

انتہا پسندی کے اسباب اور علاج

سیرت رسول ﷺ کی روشنی میں

حافظ صدام حسین حسنی*

ABSTRACT

Islam is religion of peace and it teaches to be moderate. Islam offers detailed golden rules for leading a life which enables mankind to establish its individual and collective life on moderate and stable bases. Extremism has no connection with any religion; it is a behavior which may develop in any person regardless of cast, creed and color. Islam condemns every ideology that nurtures extremist thoughts against any political or religious group. Extremism paves the way of violence, anarchy and terrorism. This world would never be an ideal place for mankind until and unless extremism is rooted out completely. There are many reasons behind extremism which include injustice, malice, poverty and unemployment, ego, western tyranny, desecration of Islamic values and ignorance. For exterminating extremism, it is mandatory to establish a society by following the life of Prophet (SAW) as a model. An exemplary society which broadens the individual way of thinking, propagates moderation, teaches to love each other and gives a kinesthetic approach for the respect of humanity. A practical demonstration of inter-sectarian and inter- religious harmony is ardently required. Differences like religious and sectarian, political and social, financial and civic have to be resolved through an enduring and moderate way. A culture of

* لیکچرر، یونیورسٹی کالج آف ڈیرہ مراد جمالی نصیر آباد، بلوچستان

patience, forgiveness, brotherhood, and equality has to be adopted that may help eradicating violence, animosity, inequality, extremism, and terrorism from our society.

Keywords: اعتدال، شعائر اسلام، تکریم انسانیت، بین المذاہب رواداری، مغربی جارحیت

"انتہا پسندی" کا لغوی معنی

لفظ "انتہا" کا لغوی معنی بیان کرتے ہوئے صاحب فیروز اللغات نے لکھا ہے:

انتہا کسی کام کا آخری سرا، انجام اور خاتمہ ہے۔[1]

وارث سرہندی بیان کرتے ہیں:

انتہا پسند سے مراد اخیر پسند، غیر اعتدال پسند، نہایت پسند، غیر معتدل۔[2]

انتہا پسندی کا اصطلاحی مفہوم

سید سلمان ندویؒ انتہا پسندی کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"انتہا پسندی سے مراد یہ ہے کہ کسی نقطۂ نظر یا نظریہ کی ایسی طرفداری کی جائے اور ایسی عصبیت برتی جائے کہ دوسروں کی آراء کو تسلیم کرنے کی کوئی گنجائش ہی نہ رہے۔"[3]

جدید اردو لغت میں انتہا پسندی کی اصطلاح کو اعتدال کے بالمقابل استعمال کیا گیا ہے۔[4]

چنانچہ مندرجہ بالا معانی کی روشنی میں انتہا پسندی سے مراد امور سے متعلق معاملات میں بے اعتدالی کا راستہ اختیار کرنا ہے۔

انتہا پسندی کو انگریزی میں "Extremism" کہتے ہیں جو کہ انگریزی لفظ "Extreme" سے اخذ کیا گیا ہے، جس کا مفہوم یہ ہے:

---

[1]: فیروز الدین، مولوی، فیروز اللغات اردو، فیروز سنز لاہور، 2005ء، ص:126

[2]: وارث سرہندی، قاموس مترادفات، اردو سائنس بورڈ لاہور، 1986ء، ص:148

[3]: سلمان ندوی، اسلامی بیداری انکار اور انتہا پسندی کے نرغے میں، مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور، 1992ء ص:35

[4]: جدید اردو لغت، مقتدرہ قومی زبان پاکستان، اشرف ندیم پرنٹنگ کارپوریشن آف پاکستان پریس اسلام آباد، ص:213

"A feeling, a situation, way of behaving, etc. whale is different as possible from another or is opposite to it: extreme love and hate." (1)

"ایک احساس، صورتِ حال، رویہ، وغیرہ جو دوسرے سے ممکنہ حد تک مختلف ہو یا اس سے مخالف ہو۔ (جیسے) شدید محبت اور (شدید) نفرت۔"

اور انتہا پسند سے مراد ہے:

"A person whose opinions, especially about religion or politics, are extreme , and who may do things that are violent, illegal, etc.''(2)

"وہ شخص جس کے خیالات، خاص طور پر مذہب اور سیاست کے بارے میں شدید ہوں اور وہ جو کام کرے وہ متشددانہ اور غیر قانونی ہو۔"

اس لحاظ سے انتہا پسندی سے مراد ہے:

"The political, can religious ideas or actions that are extreme and not normal, reasonable or acceptable to most people."(3)

"وہ سیاسی، مذہبی وغیرہ نظریات یا افعال جو شدید ہوں اور عام، معقول نہ ہوں یا اکثر افراد کو قبول نہ ہوں۔"

مشہور اسلامی سکالر ڈاکٹر یوسف القرضاوی کے مطابق:

"Extremism means being situated at the farthest possible point from the center. Figuratively, it indicates a similar remoteness

---

1- Ronald wintrobe, Rational Extremism: The Political Economy of Radicalism, , Cambridge University Press, UK, 2006, p:6

2 -Rational extremism: The political economy of Radicalism, Ronald wintrobe, Cambridge University Press, UK, 2006, p:6

3 - www.iboinstitute.org/mod/glossary/view.php.Retrieved ,18-06-2007

in religion, in thought, as well as behavior."[1]

"انتہا پسندی سے مراد (سیاسی، سماجی، مذہبی اور معاشرتی) مرکز سے ممکنہ حد تک دور مقام پر ہونا۔ اصطلاحاً یہ مذہب، نظریات اور طرز عمل سے دوری کی طرف اشارہ کرتی ہے۔"

انتہا پسندی کے اسباب

1۔ معاشرتی حقوق میں عدم مساوات

معاشرے میں رہتے ہوئے اگر کسی کے ساتھ ناانصافی ہوتی ہے تو وہ انصاف کے مطالبے کا حق رکھتا ہے، اور اس کو انصاف دینا حکومت وقت کی ذمہ داری ہے۔ اگر معاشرے میں مساوی رویہ نہ رکھا جائے امیر اور طاقتور کو جلد انصاف مل جائے اور غریب کو رد کر دیا جائے، کسی جرم پر کمزور کو فوراً سزا دی جائے اور امیر کے ساتھ نرم رویہ رکھا جائے تو اس کے رد عمل میں کمزور مایوس ہو جائیں گے اور طاقتور ظلم و جبر پر دلیر ہو جائیں گے۔ یہی دوہرا رویہ غریبوں اور کمزوروں میں مایوسی، شدت اور انتہا پسندی کو جنم دیتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر اس کلچر کے خاتمے کے لیے ارشاد فرمایا:

"يا ايها الناس الا ان ربكم واحد وان اباكم واحد ولا فضل لعربي على عجمي ولا لعجمي على عربي ولا لأحمر على أسود ولا لأسود على أحمر الا بالتقوى"[2]

"اے لوگو! آگاہ ہو جاؤ کہ تمہارا رب ایک ہے اور بے شک تمہارا باپ (آدم علیہ السلام) ایک ہے۔ کسی عربی کو غیر عرب پر اور کسی غیر عرب کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں اور کسی سفید فام کو سیاہ فام پر اور نہ سیاہ فام کو سفید فام پر فضیلت حاصل ہے، سوائے تقویٰ کے۔"

2۔ ظلم و ناانصافی

کسی بھی معاشرے میں انتہا پسندی کے پنپنے کا اصل سبب ظلم و ناانصافی ہے، جو گروہ مظلوم ہوتا ہے اگر وہ ظالم کا مقابلہ نہیں کر پاتا اور انصاف کے حصول سے محروم رہتا ہے تو اس میں انتقامی جذبات پرورش پاتے ہیں اور جب وہ دیکھتا ہے کہ قانونی راستے بند ہیں تو غیر قانونی راستہ اختیار کر لیتا ہے۔ اس لیے انتہا پسندی اور دہشت گردی کو

---

[1] :Dr. Yousuf Al-Qaradawi, Islamic awakening between Rejection & Exrtemism, international Institute of Islamic Thought (IIIT) Herndon, VA, USA, p:1,1991

[2] ۔ طبرانی، المعجم الاوسط، 5 : 86، رقم الحدیث : 4749، دار الکتب العلمیہ، 1983

روکنے کا اس سے مؤثر طریقہ نہیں ہے کہ معاشرہ میں ظلم وجور کا دروازہ بند کیا جائے اور عدل وانصاف کو پوری غیر جانبداری کے ساتھ نافذ کیا جائے۔ تاکہ انتہا پسندی پر ابھارنے والے عوامل باقی نہ رہیں۔

3۔عدم برداشت

تاریخ کے بغور مطالعہ سے دہشت گردی کے اسباب وعلل میں ایک اہم اور بنیادی وجہ جو سامنے آتی ہے وہ ہے عدم برداشت اور تحمل کے جذبات کی کمی، انسان اور حیوان کے درمیان جو بنیادی فرق ہے وہ ہے اچھائی اور برائی میں تمیز کرنے والا جوہر عقل۔ اللہ تعالٰی کا ودیعت کردہ یہ جوہر انسان کو تحمل اور برداشت سے کام لینا سکھاتا ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ جب بھی انسان سے برداشت کا دامن ہاتھ سے چھوٹا وہ بے قابو ہو گیا اور اس کا لازمی نتیجہ دہشتگردی ہے کیونکہ جب ایک طرف سے تشدد کا لامتناہی سلسلہ شروع ہو جاتا ہے تو نسل در نسل پروان چڑھتا ہے۔

4۔غربت وبے روزگاری

کسی بھی معاشرے کی ترقی اور امن وسکون کے لیے معاشی ترقی و معاشی استحکام بہت ضروری ہے۔ کسی بھی معاشرے کی ترقی اس وقت تک ممکن نہیں ہے جب تک امن کی فضا قائم نہ ہو۔ غربت، معاشی ناہمواری، بے روزگاری اور ظلم واستحصال جیسے عناصر انتہاپسندی اور دہشتگردی کے فروغ میں معاون ثابت ہوتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے بے روزگاری کے حوالے سے فرمایا:

"كاد الفقر ان يكون كفرا"[1]

"غربت وافلاس انسان کو کفر تک پہنچا دیتا ہے۔"

5۔سیاسی انتہاپسندی

آج انتہا پسندی کا جیسے ہی نام لیا جاتا ہے تو عام عوام کے ذہنوں میں ہمیشہ مدارس کا تصور ذہن میں آجاتا ہے۔ اگرچہ وہ بھی ایک عامل ہے لیکن اس کے علاوہ بہت سارے اسباب، وجوہات اور عوامل کارفرما ہیں جو لوگوں کی آنکھوں سے اوجھل ہیں یا لوگوں کے سامنے ان باریکیوں کا ذکر نہیں کیا جاتا۔ معاشرے میں انتہا پسندی کو جنم

1۔ بيهقى، احمد بن حسين بن على، شعب الإيمان، دار الكتب العلميه، بيروت لبنان، 5: 267، رقم الحديث: 6612

دینے میں سیاسی پارٹیوں اور سیاسی نمائندوں کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔ نااہل حکمران اپنی نااہلی چھپانے کے لیے یا اپنے سیاسی مقاصد حاصل کرنے کے لیے سادہ لوح نوجوانوں کی برین واشنگ (Brain washing) کی جاتی ہے تاکہ ملک میں خوف وہراس اور انارکی پیدا کی جاسکے۔

سیاسی بصارت سے عاری لوگ اگر سیاست کی بھاگ دوڑ سنبھال لیتے ہیں یا صاحبان اقتدار اپنے آپ کو اقتدار اعلیٰ کے درجہ پر فائز سمجھنے لگتے ہیں تو اپنے اقتدار کی طاقت دکھانے کے لیے عوام پر ظلم و ستم، جبر وزیادتی اور ریاستی دہشتگردی شروع کر دیتے ہیں۔ جب مظلوم عوام کی دادرسی کرنے والا کوئی نہ ہو اور انصاف کی فراوانی نہ ہو تو مظلوم کے پاس بغاوت، شدت، دہشتگردی اور انتہاپسندی کے علاوہ کوئی راستہ نہیں ہوتا۔

مغربی انتہاء پسندی

عصر حاضر میں عالمی سطح پر سیاسی حالات نے جو رخ اختیار کیا کہ مسلمان ردعمل کا شکار ہوئے، ایک طرف شعائر دین کی بے حرمتی اور مسلمانان عالم کے ساتھ ظلم وزیادتی، غیر اسلامی افکار و نظریات اور منکرات کا بڑھتا ہوا طوفان ہے جو مغربی جارحیت، نسلی تعصب، مذہبی جنون اور غارت گری کا شکار نصف صدی سے زیادہ عرصے سے صرف اور صرف مسلمان ہی۔ طرفہ تماشا یہ کہ تہذیبی اقدار، احترام انسانیت، بنیادی انسانی حقوق، عالمی امن، انسان دوستی اور عالمی ضمیر کے نام نہاد ترجمان اور اخلاقی اور قانونی قدروں کے نام نہاد امین اس پر نہ صرف خاموش بلکہ ظالموں کے معاون و مددگار اور اس کے وکیل کے طور پر سامنے آتے ہیں۔ آج خود ساختہ دہشت گردی کے خلاف نام نہاد جنگ کی توپوں کا رخ بھی صرف اور صرف مسلمانوں کی طرف ہے۔ مسلمان اپنے ہی ممالک میں عالمی اور صہیونی جارحیت کا شکار نظر آتے ہیں۔ ایسے میں امن کا خواب کیسے شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکتا ہے۔

اگر مغربی لوگ سیکولر سوچ کے قائل ہیں تو ہونا تو یہ چاہیے کہ وہ ہر مذہب کے ماننے والوں کو اپنے مذہبی اصولوں کے مطابق زندگی گزارنے کا حق دیتے لیکن یہ کہاں کا اصول ہے کہ ان کی خواہش کے خلاف کوئی عمل ہو تو انتہاپسندی اور مسلمان عورتوں پر حجاب پر پابندی لگائی جائے تو یہ آزادی! بنت حوا کو عریاں کر کے دنیا کے سامنے پیش کرنا آزادی ہے اور حجاب اوڑھنا انتہاپسندی ہے! اور وجہ یہ بتاتے ہیں کہ یہ مغربی معاشرے کی سلامتی وترقی میں رکاوٹ ہے۔ مغربی محققین نے ہمیشہ اس طرح کے افعال کو پوشیدہ رکھنے یا انہیں کوئی اور لبادہ پہنا کے دنیا کے

سامنے پیش کیا ہے۔ سویٹزرلینڈ میں مساجد کے میناروں کے خلاف تحریک چلائی گئی، قرآن مجید کو جلانے کے واقعات سامنے آئے، مسلمانوں کے ایمانی جذبوں کو مجروح کرنے کے لیے بار بار نبی کریم ﷺ کی ناموس پر ڈاکے ڈالنے کی کوشش کی گئی کبھی نامناسب الفاظ کی صورت میں تو کبھی توہین آمیز کارٹونوں کی صورت میں۔ اہلِ مغرب مسلمانوں پر انتہا پسندی اور دہشتگردی کے الزامات لگا کر خود کو امن کا علمبردار ثابت کرتے ہیں۔ جیسے ہی ان کا کوئی فرد کسی دہشت گردی کی کاروائی میں ملوث ہوا اسے ذہنی مریض قرار دے کر انفرادی عمل گردانا جاتا ہے۔

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام　　　وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا[1]

اگر انتہا پسندی اپنے آپ کو صحیح اور دوسرے کو غلط سمجھنے کا نام ہے تو مغرب سب سے بڑا انتہا پسند ہے کہ وہ اسلحہ کے زور پر اپنے نقطۂ نظر کو نافذ کرنا چاہتا ہے اور دنیا کو مجبور کرتا ہے کہ وہ اسے تسلیم کرے۔ مسلمان مغرب سے صرف یہ چاہتے ہیں کہ وہ ان کے معاملات میں مداخلت نہ کرے اگر مسلمان اپنے دین کے مطابق زندگی گزارنا چاہتے ہیں تو مغرب کو اس سے کیا تکلیف ہے؟ اصل وجہ یہ ہے کہ مغرب پوری دنیا کو اپنی تہذیب دینے پر اصرار کر رہا ہے اور جو شخص، گروہ یا ملک ایسا کرنے میں پس و پیش کرتا ہے تو اس پر انتہا پسندی کا لیبل لگا دیا جاتا ہے۔

انبیاء کرام علیہم السلام کی شان میں گستاخیاں

مغربی ممالک میں پیغمبر اسلام ﷺ کے بارے میں توہین آمیز اور گستاخانہ خاکوں کی اشاعت نے دنیا کو ہیجانی اور اشتعال انگیز صورت حال سے دوچار کر دیا ہے۔

ماضی میں سیکڑوں کی تعداد میں ایسی کتابیں اور اخباری مضامین شائع ہوئے جن میں اسلام کو ہدف تنقید بنایا گیا اور مسلمانوں کے بنیادی عقائد کی تغلیط کی کوشش کی گئی ہے مگر مسلمانوں نے کبھی اس طرح کے علمی بحث مباحثے پر اعتراض نہیں کیا کیونکہ ان کے نزدیک یہ آزادی اظہار کا تقاضا ہے۔ مبالغہ آمیز اور مضحکہ خیز انداز میں اسلام اور مسلمانوں کے حوالے سے مغربی پریس میں جو کچھ آتا ہے اس پر بھی مسلمانوں نے کبھی تحمل اور برداشت کا

---

[1]: اکبر الہ آبادی

دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ اسلام کے علماء اور محققین نے ہمیشہ ایسے اعتراضات کا علمی اور تحقیقی جواب دینے پر اکتفا کیا ہے۔ تاہم جب کبھی آزادی اظہار کے حق کا غلط اور بے جا استعمال کیا جاتا ہے اور اسلام کی مقدس ترین ہستیوں کی دیدہ و دانستہ توہین کی جاتی ہے تو پھر اس معاملہ پر بے چینی، اضطراب اور غم و غصے کا پیدا ہونا ایک فطری اور نا قابل فہم امر ہے۔"[1]

آزادی اظہار رائے کے نام پر جہاں مسلمانان عالم کے جذبات و احساسات کو مجروح کیا جارہا ہے، وہاں انتہا پسندوں کو ان کے غیر قانونی اقدامات کے لیے منطقی جواز فراہم کیے جارہا ہے۔

جہالت

انتہا پسندی اور شدت پسندی کی وجوہات میں سے ایک بڑی وجہ جہالت ہے۔ جہالت ہی کی وجہ سے لوگ عقائد و اعمال اور اخلاقیات و معاملات میں بگاڑ کا شکار ہو جاتے ہیں۔ عقائد و نظریات میں اگر اختلافات ہوں تو علم والے اسے دلائل اور بات چیت سے حل کرتے ہیں لیکن جاہل کے پاس کوئی دلیل نہیں ہوتی لہذا وہ شدت کا راستہ اختیار کرتا ہے اور بزورِ بازو اپنے نظریات دوسروں سے منوانا چاہتا ہے۔ انہیں اختلافات کی وجہ سے مختلف قسم کے خرافات و تعصبات جنم لیتے ہیں اور لوگ لسانی، قومی، علاقائی اور مذہبی گروہوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں۔

عدالتی نظام میں کمزوریاں

آج کل معاشرتی ناہمواری کی ایک وجہ انصاف کی عدم فراہمی بھی ہے۔ عدالتی نظام کو اتنا پیچیدہ بنا دیا گیا ہے کہ ایوان عدل کے دروازوں تک عوام الناس کی رسائی مشکل ہو گئی ہے۔ جزا و سزا کے معاملات میں جتنا جلدی ہو سکے فیصلہ کیا جائے تا کہ حق دار کو اس کا حق مل جائے۔ اس مسئلے میں تاخیر کرنا ظلم ہے اور اگر ظلم کا فوری تدارک نہ کیا جائے تو وہ پھلنا پھولنا شروع ہو جاتا ہے، اور بعد میں اس کا خاتمہ مشکل ہو جاتا ہے۔

انتشار وافتراق

شدت پسندی کا ایک سبب اور نتیجہ تفرقہ بازی بھی ہے۔ صدر اول میں تاریخ اسلام میں جو فرقے وجود میں آئے ان میں بیشتر اس غلو و شدت پسندی کا نتیجہ تھے۔ عصر حاضر میں انتہا پسندی دو حیثیتوں سے افتراق امت کا

---

[1]: قادری، محمد طاہر، ڈاکٹر، دنیا کو تہذیبی تصادم سے بچایا جائے، منہاج القرآن پبلشرز لاہور، ص:5

سبب بنی ہوئی ہے: ایک منہج اعتدال سے دوری کی وجہ سے کہ امت کا بڑا طبقہ دانستہ یا غیر دانستہ، اپنی انتہا پسندی کی وجہ سے اعتدال سے دور ہو رہا ہے اور ہر شعبۂ ہائے زندگی میں بے اعتدالی نے راہ پالی ہے۔ دوسرے اس انتہا پسندی کے نتیجہ میں اسلامی غیرت و حمیت کی بجائے جماعتی، تحریکی اور مسلکی تعصب دن بدن شدت اختیار کرتا جارہاہے اور حال یہ ہو گیاہے کہ اسلام اب فرقوں، جماعتوں اور مسلکوں کے ذریعہ جانا جانے لگاہے۔

انتہا پسندی کا خاتمہ سیرت رسول ﷺ کی روشنی میں

انتہا پسندی کی ممانعت

قرآن وحدیث میں مذہبی انتہا پسندی کے لیے "غلو فی الدین" کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ غُلُوّ فعول کے وزن پر "غَلٰی یغلُو" سے مصدر ہے جس کے معنی افراط و تفریط اور ہر چیز کے حدود سے تجاوز کرنے کے ہیں۔ [1]

قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے دین میں غلو سے منع فرمایا ہے:

﴿يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لاَ تَغْلُواْ فِي دِينِكُمْ﴾ [2]

"اے اہل کتاب! تم اپنے دین میں حد سے زائد نہ بڑھو۔"

مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں کہتے ہیں:

"اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ دونوں کو اس حکم کا مخاطب اس لیے بنایا گیا کہ غلو فی الدین ان دونوں میں مشترک ہے اور یہ دونوں فرقے غلو فی الدین ہی کا شکار ہیں کیونکہ نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ماننے اور ان کی تعظیم میں غلو کیا۔ ان کو خدا یا خدا کا بیٹا یا تیسرا خدا بنادیا اور یہود نے ان کے نہ ماننے اور رد کرنے میں غلو کیا کہ ان کو رسول بھی نہ مانا۔" [3]

نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کا مطالعہ کیا جائے تو بے شمار ایسے واقعات ملتے ہیں جن میں آپ ﷺ نے نرمی، اعتدال، آسانی اور محبت و رحمت کے ساتھ زندگی گزارنے کا حکم دیا ہے اور تمام اعمال و عبادات اور معاملات و

---

[1]۔ اصفہانی، حسین بن محمد راغب، المفردات فی غریب القرآن، المکتبۃ المرتضویہ، تہران، ص:365

[2]۔ النساء: 171

[3]- محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن، ادارۃ المعارف، کراچی، 619:2

احکام میں شدت، مبالغے اور انتہا پسندی سے منع فرمایا ہے۔ ایسے تمام مسلمان بھائی جنہیں جہاد کی غلط تعبیرات بتا کر شدت پسند بنا دیا گیا ہے ان کو چاہیے کہ وہ غیر جانبدار ہو کر سیرت طیبہ کا مطالعہ کریں اور سمجھیں کہ دین اسلام کی صحیح تعلیمات کیا ہیں؟

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"ایاکم والغلو فی الدین"[1]

"دین میں غلو (یعنی شدت پسندی اور انتہا پسندی) سے پرہیز کرو۔"

نبی کریم ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں ہمیشہ اعتدال و توازن کو پسند فرمایا اور اس طرز عمل کو عین دین قرار دیا کیوں کہ قرآن مجید نے بھی "اُمّۃ وَسَطاً" کہہ کر ساری امت کو یہی پیغام دیا کہ یہ امت توازن اور اعتدال کی راہ پر چلنے والی امت ہے۔

نبی کریم ﷺ چودہ صدیاں پہلے شدت پسندی کو رد فرما چکے ہیں اور جو دین آپ ﷺ نے ہمیں عطا کیا، اس کا روشن چہرہ اور شفاف حیثیت ہمارے سامنے واضح کر چکے ہیں کہ دین میں ہر قسم کی انتہا پسندی، شدت پسندی اور مبالغہ پسندی کی راہ غلط ہے، اسے چھوڑ دو کیونکہ یہ دین نہیں ہے۔ اس لیے کہ:

"انما ھلک من کان قبلکم بالغلو فی الدین."[2]

"تم سے پہلی قومیں دین میں غلو اور زیادتی (یعنی شدت پسندی اور انتہا پسندی) کے سبب ہلاک ہوئیں۔"

اسلام کا نظریۂ اعتدال

اسلام ایک اعتدال پسند دین ہے۔ اسلامی نظریہ حیات کی سب سے نمایاں خوبی یہ ہے کہ اس میں زندگی کے مختلف پہلوؤں کے درمیان ایک حسین توازن پایا جاتا ہے۔ اسلام نے زندگی کے تمام شعبوں میں اعتدال اور میانہ روی کی تعلیم دی ہے۔ اس میانہ روی کو اللہ رب العزت نے صراط مستقیم سے تعبیر کیا ہے اور اسی اعتدال والے راستہ کو اختیار کرنے کا حکم دیا ہے:

---

[1] ۔ احمد بن حنبل، المسند، 1:215، رقم: 1851

[2] ۔ ایضاً، 1:215 ،رقم: 1851

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَأَنَّ هَـٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾[1]

"اور یہ کہ یہی (شریعت) میرا سیدھا راستہ ہے سو تم اس کی پیروی کرو، اور (دوسرے) راستوں پر نہ چلو پھر وہ (راستے) تمہیں اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گے، یہی وہ بات ہے جس کا اس نے تمہیں تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔"

اسی طرح فرمایا:

﴿وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا﴾[2]

الغرض اعتدال اور میانہ روی کا اصول زندگی کے ہر شعبے میں کار فرما ہے۔ مثلاً عبادات کو لیجیے فرمان الٰہی ہے۔

﴿وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذَٰلِكَ سَبِيلًا﴾[3]

"اور نہ اپنی نماز (میں قرات) بلند آواز سے کریں اور نہ بالکل آہستہ پڑھیں اور دونوں کے درمیان (معتدل) راستہ اختیار فرمائیں۔"

چال ڈھال سے متعلق بھی میانہ روی کا حکم دیا ہے۔

﴿وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِن صَوْتِكَ إِنَّ أَنكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيرِ﴾[4]

"اور اپنے چلنے میں میانہ روی اختیار کر، اور اپنی آواز کو کچھ پست رکھا کر، بیشک سب سے بری آواز گدھے کی آواز ہے۔"

---

[1] ۔ الانعام153:6

[2] ۔ البقرہ143:2

[3] ۔ بنی اسرائیل 110:17

[4] ۔ لقمان19:31

اسی طرح خرچ کرنے میں بھی اعتدال کی راہ کو اپنانے کا حکم ہے:

﴿وَلَا تَجعَل يَدَكَ مَغلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبسُطهَا كُلَّ ٱلبَسطِ فَتَقعُدَ مَلُومًا مَّحسُورًا﴾[1]

نبی کریم نبی کریم ﷺ کی احادیث مبارکہ میں اعتدال اور میانہ روی کی تاکید کی گئی ہے۔

میانہ روی کو نبوت کا جزو قرار دیتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا:

"والاقتصاد جز ء من خمسه وعشرين جز أً من النبوة." [2]

"میانہ روی (تمام حالتوں اور تمام کاموں میں) نبوت کا پچیسواں جزو ہے۔"

احکام شریعت میں تیسیر

اسلام دین فطرت ہے۔ شریعت کے تمام احکام میں انسان کی فطرت اور اس کے مزاج کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ انسان چونکہ فطری طور پر کمزور پیدا ہوا ہے اس لیے اس کی فطرت کے پیش نظر اللہ رب العزت نے اس کے لیے سخت احکام نازل نہیں فرمائے بلکہ فرمایا:

﴿يُرِيدُ اللّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلاَ يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾[3]

"اللہ تمہارے حق میں آسانی چاہتا ہے اور تمہارے لیے دشواری نہیں چاہتا۔"

اسی طرح فرمایا:

﴿يُرِيدُ اللّهُ أَن يُخَفِّفَ عَنكُمْ﴾[4]

"اللہ چاہتا ہے کہ تم سے بوجھ ہلکا کردے۔"

نبی کریم ﷺ نے بھی نرمی کرنے اور اپنے رویہ میں سختی اور انتہاپسندی سے منع فرمایا ہے:

"يسروا ولاتعسروا، وبشروا ولاتنفروا." [5]

---

[1]: بني اسرائيل 29:17

[2]: ابو داؤد ، سليمان بن الأشعث بن إسحاق ،سنن ابی داؤد، المكتبه العصريه، بيروت ،2010ء،رقم الحديث:1543

[3]: البقره،185:02

[4]: النساء28:04

[5]ـ البخاری، محمد بن اسماعيل، الجامع الصحيح، المكتبه العصريه، بيروت ،2010ء، كتاب العلم، باب ماكان النبیﷺ يتخولهم بالموعظة، رقم الحديث:69

"دین میں آسانی پیدا کرو، سختی نہ کرو اور لوگوں کو رغبت دلاؤ انہیں متنفر نہ کرو۔"

نماز جو عبادات میں بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کے کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا:

"ایھا الناس ان منکم منفرین فایکم ماصلی بالنا س فلیوجز فان فیھم الکبیر و الضعیف ذو الحاجة." [1]

"اے لوگو! تم میں سے بعض ایسے ہوتے ہیں جو لوگوں کو متنفر کرتے ہیں۔ پس جو شخص تم میں سے نماز پڑھائے اسے چاہیے کہ اسے مختصر کرے کیونکہ لوگوں میں بوڑھے، کمزور اور کام کرنے والے سبھی طرح کے آدمی ہوتے ہیں۔"

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ مسجد میں تشریف لائے تو ملاحظہ فرمایا کہ ایک رسی دو ستونوں کے درمیان بندھی ہوئی ہے، آپ ﷺ نے پوچھا یہ رسی یہاں کیوں ہے؟ یعنی (کس مقصد کے لیے بندھی ہے؟) لوگوں نے بتایا کہ یہ ام المؤمنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی رسی ہے، جب وہ (عبادت کرتے کرتے) تھک جاتی ہیں تو اس کا سہارا لے لیتی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"حلوہ ،لیصل احدکم نشاطه ،فاذا فتر فلیرقد" [2]

"اس کو کھول دو! تم میں سے ایک شخص کو چاہیئے کہ وہ اس وقت نماز پڑھے جب وہ فرحت و نشاط محسوس کرے، جب اس پر کاہلی کا غلبہ ہو تو سو جائے۔"

دین و دنیا کا حسین امتزاج

آج ہم زندگی کے ہر شعبے میں افراط و تفریط کا شکار ہیں ہر شعبے سے تعلق رکھنے والا شخص اپنے آپ کو "سب کچھ" اور دوسروں کو "کچھ بھی نہیں" سمجھتا ہے۔ سائنسی علوم پڑھنے والے دینی علوم سے بہت دور ہیں اور دینی علوم والے سائنسی و دنیاوی علوم سے بے بہرہ۔ ایک طبقہ وہ ہے جو عورتوں کو تعلیم دلانے کے حق میں نہیں ہے اور دوسرا طبقہ وہ ہے جو انہیں ڈانس و میوزک کی تعلیم دلواتا ہے۔ ایک طبقہ پردے کا اتنا اہتمام کرتا ہے کہ ہوا تک جسم کو نہ چھو سکے، اور دوسرے طبقے میں آزادی کے نام پر اتنی عریانی ہے کہ باحیا لوگ آنکھ اُٹھا کر نہیں چل

---

[1] ۔ صحیح البخاری، رقم الحدیث: 7159

[2] ۔ ایضاً، رقم الحدیث:1150

سکتے۔ ایک طبقے میں اتنی شدت ہے کہ بے نمازی کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیتے ہیں اور دوسرے طبقے میں اتنی نرمی ہے کہ نیک عمل کرنے والے کافر کو جنتی ٹھہرا دیتے ہیں۔ الغرض افراط و تفریط ہماری طبیعتوں میں رچ بس چکی ہے۔ ہمیں ضرورت ہے ایک ایسی شخصیت کی اور ایک ایسے نظام کی جو ہمیں کامل نمونہ فراہم کرے، تو وہ ذات نبی اکرم ﷺ کی ذات گرامی ہے اور وہ نظام مدینہ منورہ کا نظام ہے جو ہمیں مکمل ضابطہ حیات فراہم کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾[1]

"فی الحقیقت تمہارے لیے رسول اللہ (ﷺ کی ذات) میں نہایت ہی حسین نمونۂ (حیات) ہے۔"

نبیٔ کریم ﷺ کے دور کی ایک خاصیت یہ تھی کہ مدینہ کا معاشرہ اور ریاست افراط و تفریط سے پاک تھی۔ وہاں ہمیں دین اور دنیا کا ایسا حسین امتزاج نظر آتا ہے کہ نہ دنیا کی وجہ سے دین متاثر ہوا اور نہ ہی دین کی وجہ سے دنیا، بلکہ دونوں ساتھ ساتھ چلتے رہے۔ نبیٔ کریم ﷺ اپنی شب و روز کی عبادات کے ساتھ دنیاوی مہمات کو بھی جاری رکھے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ کے اخلاق و کردار کے عملی نمونے نے آپ ﷺ کو ایک بے مثل ہستی اور صاحب اُسوہ بنا دیا جس کے اتباع سے انسان اپنی منزل مقصود تک آسانی سے پہنچ سکتا ہے۔

اسلام صرف ایک مذہب نہیں بلکہ ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جو شاندار تہذیب اور ثقافتی اقدار کا حامل ہے۔ قرآن حکیم اور سیرت مبارکہ میں اس پہلو کو پوری جامعیت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے:

﴿وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ وَلَا تَنسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَأَحْسِن كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ﴾[2]

"اور تو اس (دولت) میں سے جو اللہ نے تجھے دے رکھی ہے آخرت کا گھر طلب کر اور دنیا سے

---

[1] ۔ الاحزاب 21:33

[2] ۔ القصص، 77:28

(بھی) اپنا حصہ نہ بھول اور تو (لوگوں سے ویسا ہی) احسان کر جیسا احسان اللہ نے تجھ سے فرمایا ہے اور ملک میں (ظلم، ارتکاز اور استحصال کی صورت میں) فساد انگیزی (کی راہیں) تلاش نہ کر، بیشک اللہ فساد بپا کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔"

معاشی ناہمواری کا خاتمہ

نبی کریم ﷺ کی معاشی سرگرمیوں سے ہمیں جامع رہنمائی ملتی ہے اور یہ حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ معاشی سرگرمیوں سے صَرف نظر کر کے نہ تو اللہ تعالیٰ کے احکام کی پیروی کی جاسکتی ہے نہ حقوق العباد کی ادائیگی، بلکہ پوری زندگی انتشار کا شکار ہو جاتی ہے۔

نبی کریم ﷺ نے نہ صرف فلاحی معیشت کے اصول وضوابط دیے ہیں بلکہ اس حقیقت کو بھی واضح کیا کہ معاشرے کے اندر اعلیٰ اخلاقی اقدار کا قیام بھی صحت مند، منصفانہ اور عادلانہ نظام معیشت ہی کے ذریعے ممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

﴿وَالَّذِيْنَ إِذَا أَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا﴾[1]

"اور (یہ) وہ لوگ ہیں کہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ بے جا اڑاتے ہیں اور نہ تنگی کرتے ہیں اور ان کا خرچ کرنا (زیادتی اور کمی کی) ان دو حدوں کے درمیان اعتدال پر (مبنی) ہوتا ہے۔"

اس آیت کی تفسیر میں ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

"فشرع االله عدل بين الغالي فيه والجافي عنه لا إفراط ولا تفريط."[2]

" پس اللہ تعالیٰ نے اس میں غلو کرنے والے اور اس سے اعراض کرنے والے کے درمیان عدل قائم کر دیا بغیر افراط و تفریط کے یعنی اس میں نہ افراط رہا اور نہ تفریط۔"

اسلامی تعلیمات کے مکمل ضابطۂ حیات ہونے میں اعتدال کی روح پائی جاتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے معاشی سرگرمیوں کو بھی اعتدال کے ساتھ مشروط کرتے ہوئے، فرمایا:

"الإقتصاد في النفقة نصف المعيشة".[1]

---

[1]۔ الفرقان، 25 : 67

[2]۔ ابن کثیر، اسماعیل بن عمر ، ابو الفدا، تفسیر القرآن العظیم، دارالمعرفہ،بیروت لبنان،1980، 2 : 89

" خرچ میں اعتدال آدھی معیشت ہے۔"

دوسری حدیث شریف میں فرمایا:

"ما عال من اقتصد."[2]

" جس نے میانہ روی اختیار کی وہ محتاج نہ ہوگا۔"

نبی کریم ﷺ نے جہاں مال خرچ کرنے کا حکم دیا ہے وہاں اسراف و تبذیر سے بھی منع فرمایا ہے کیونکہ یہ وہ عوامل ہیں جن سے طبقات معاشرہ میں ناہمواری جنم لیتی ہے۔ امیر امیر تر اور غریب غریب تر ہوتا جاتا ہے جس کی وجہ سے غریبوں کے دلوں میں ناامیدی، مایوسی، بے بسی، مجبوری اور حسد کی آگ جلتی ہے جو انہیں بغاوت، شدت، انتہا پسندی، قتل و غارت اور خودکشیاں و خودسوزیاں کرنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ لہٰذا معاشرے کو فساد اور انتشار وافتراق سے بچانے کے لیے اسلامی نظام معیشت پر عمل درآمد بہت ضروری ہے۔

تکریم انسانیت

حضرت جابر بن عبداللہ نے فرمایا:

"مرت بنا جنازة فقام لها النبیﷺ و قمنا له، فقلنا: یا رسول الله ، انها جنازة یهودی ؟ قال: اذا اریتم الجنازة فقوموا"[3]

"ہمارے پاس سے ایک جنازہ گزرا تو نبی کریم ﷺ کھڑے ہو گئے اور آپ کے ساتھ ہم بھی کھڑے ہو گئے۔ ہم عرض گزار ہوئے: یا رسول اللہ! یہ تو یہودی کا جنازہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم جنازہ دیکھو تو کھڑے ہو جایا کرو۔"

ایک اور روایت میں ہے کہ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ ﷺ! یہ جس میت کے لیے آپ نے قیام فرمایا ہے، یہ ایک یہودی کا جنازہ ہے۔ آقا ﷺ نے جواب دیا:

أليست نفساً؟[4]

---

[1]- طبرانی، ابو القاسم سلیمان بن احمد المعجم الأوسط،دار الکتب العلمیه،1983، 25، رقم : 6744

[2]- طبرانی،ابو القاسم سلیمان بن احمد، المعجم الکبیر، مطبع زہرا الحدیثیه،عراق، 10 : 108، رقم : 10118

[3]- بخاری، کتاب الایمان، باب من قام لجنازة یهودی، رقم الحدیث: 1249

[4]- بخاری، الصحیح، کتاب الجنائز، باب من قیام لجنازة یهودی، رقم الحدیث: 1250

"کیا یہ انسان نہیں؟"

اس موقع پر آپ ﷺ کے قیام کا مقصد تکریم انسانیت تھا۔ چونکہ اسلامی شریعت میں تکریم انسانیت پہلے ہے اور تکریم مذہب بعد میں ہے اسی لیے آقا ﷺ نے استفسار فرمایا کہ کیا یہ انسان نہیں تھا؟ گویا نبیٔ کریم ﷺ نے انسانی جان کی تکریم کی ہے قطع نظر اس کے کہ اس کا مذہب کیا ہے۔ یہ ایک یہودی تھا جس کی تکریم کا ہمیں نبیٔ کریم ﷺ حکم دے رہے ہیں۔ ہمیں اپنے گریبانوں میں جھانکنا چاہیے کہ کیا ہم ایک غیر مسلم کو، دوسرے مذہب کے، دوسرے فرقے کے، دوسری قوم کے، دوسری زبان کے زندہ انسان کو وہ عزت دیتے ہیں جو نبیٔ کریم ﷺ نے ایک یہودی کی میت کو دی؟

غربت کا خاتمہ کرنا

انسان کے لیے اس کی بقا سب سے مقدم ہے اس لیے ایسے ابتر حالات میں ہر شخص ہر وقت اپنی بقا کی خاطر سرگرداں رہتا ہے۔ ایسی صورتحال میں جس کا جتنا بس چلتا ہے ہاتھ پاؤں مارتا ہے۔ چنانچہ انسان بعض اوقات انتہائی اقدامات کرنے سے بھی گریز نہیں کرتا۔ مذہبی بے چینی اور فرقہ واریت اسی کی پیداوار ہیں جو بالآخر انتہا پسندی کے باعث بنتی ہے۔

یہ برائیاں زبانی تقاریر، دروس حسن سلوک، اخلاقیات کی تلقین سے نہیں دور ہوں گی بلکہ اس کے لیے حکومتی حکام کو غربت کے خاتمہ کے لیے اقدامات کرنا ہوں گے۔

نرم خوئی کی تلقین

نبیٔ کریم ﷺ نے غیظ وغضب اور کبر وغرور کی جگہ ہمیشہ نرمی اور حسنِ خلق کی تعلیم دی ہے کیونکہ اس سے ہی امن وامان اور اخلاق کے قوانین کو قوت حاصل ہوتی ہے اور قوم وملک فتنہ وفساد سے بڑی حد تک محفوظ رہتے ہیں۔ اگر ایک فریق سخت ہو اور دوسرا اس کے مقابلہ میں نرمی کی پالیسی اختیار کرلے تو یقیناً مشتعل جذبات ٹھنڈے پڑ جائیں گے۔ آپ ﷺ نے رفق کے پہلو کو اختیار کرکے فرمایا:

"ان الله رفيق يحب الرفق و يعطى على الرفق مالا يعطى على العنف وما لا

يعطى على ما سواه" [1]

"بے شک اللہ تعالیٰ نرم خو ہے اور نرمی کو پسند کرتا ہے اور وہ نرمی پر وہ کچھ عطا کرتا ہے جو وہ سختی اور اس کے علاوہ دوسری چیزوں پر نہیں عطا فرماتا۔"

انسانی رویوں میں غصہ کی ممانعت

امن وامان اور سکون واطمینان کو جو چیزیں برباد کرتی ہیں ان میں بے موقع غصہ بھی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اس سے بھی سختی سے منع فرمایا کیونکہ غصہ انسان کو حدِ اعتدال پر قائم نہیں رہنے دیتا۔ ایک دفعہ ایک شخص آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور درخواست کی کہ وصیت فرمائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ غصہ نہ کیا کرو، اس نے بار بار اپنا سوال دہرایا۔ مگر آپ نے یہی جواب دیا:

"لا تغضب۔" [2]

"غصہ نہ کیا کرو۔"

اخوت وبھائی چارے کا قیام

اسلام نے اپنی آمد کے بعد انسانیت کی منتشر صفوں میں اتحاد و الفت اور اخوت کی روح پیدا کی ۔ایک دوسرے کے جانی دشمنوں کو بھائی بھائی بنادیا۔ عداوت، حسد، کینہ اور بغض کا خاتمہ کر دیا۔ قرآن تو ساری دنیا کے اہل کتاب کو دعوت اتحاد دیتے ہوئے کہتا ہے:

﴿قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ﴾ [3]

"آپ فرمادیں اے اہلِ کتاب! تم اس بات کی طرف آجاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے۔"

دوسری طرف اُخوت اسلامی کی بنیاد اللہ تعالیٰ کے اس حکم پر ہے:

---

[1]۔ مسلم، ابن الحجاج القشیری، الصحیح، دار احیاء التراث العربی، بیروت لبان، کتاب البر والصلة والاداب، باب فضل الرفق، رقم الحدیث:2593

[2]۔ صحيح البخاری، كتاب الأدب، باب الحذر من الغضب، رقم الحديث:6116

[3]۔ آل عمرآن 64:3

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾[1]

"بات یہی ہے کہ (سب) اہلِ ایمان (آپس میں) بھائی ہیں۔ سو تم اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کرایا کرو۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔"

ان آیات مقدسہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام دنیا میں امن و آشتی کا دین ہے جو چار دانگ عالم میں اتحاد و اتفاق کے پرچم بلند کر کے پوری دنیائے انسانیت کو وحدت کی لڑی میں پرونا چاہتا ہے۔

قانون کی حکمرانی

قانون سب کے لیے ایک جیسا ہونا چاہیے۔ ایسا نہ ہو بعض کے لیے قانون متحرک ہو اور بعض کے لیے جامد۔ قانون کی حکمرانی اس وقت تک ممکن نہیں ہے جب تک پولیس، عدلیہ اور کمیونٹی مل کر کردار ادا نہیں کرتے۔ پاکستان کے بہت سے مسائل کی وجہ قانون پر عمل درآمد نہ ہونا ہے۔ انتظامیہ کو چاہیے کہ ایسی تمام جماعتوں، گروہوں اور تحریکوں کو پنپنے ہی نہ دے جو انتہا پسندی کی سوچ و فکر کو ترویج دیتی ہوں۔

تعصبات کا خاتمہ

آج ہمارے مسائل کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہمارا معاشرہ نسلی، علاقائی، لسانی اور فرقہ وارانہ تعصبات کا شکار ہو کر باہم دست و گریباں ہے۔ علاقائی و لسانی تقسیم اور دشمن کی سازشوں اور ریشہ دوانیوں کی وجہ سے ہم مختلف طبقات میں تقسیم ہو رہے ہیں۔ اسلام نے تمام قسم کے امتیازات، ذات پات، نسل و زبان، رنگ و جنس، حسب و نسب اور مال و دولت پر مبنی تعصبات کو ختم کر کے تمام انسانوں کو برابر قرار دیا ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ﴾[2]

---

[1]۔ الحجرات 10:49

[2]۔ الحجرات 13:49

"اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہاری ذاتیں اور قبیلے اس لیے بنائے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو (ورنہ) اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ قابل عزت وہی ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیزگار ہو۔ بلاشبہ اللہ سب کچھ جاننے والا اور باخبر ہے۔"

ہمیں بھی چاہیے کہ ان تمام قسم کے تعصبات سے باہر نکل کر عملی مساوات کا مظاہرہ کریں تاکہ معاشرے سے انتہاپسندی کا خاتمہ ہو سکے۔ جس معاشرے میں انتہاپسندی عروج پر ہو اس معاشرے کو دہشتگردی سے کوئی نہیں روک سکتا۔

عالمی امن کا قیام

دور حاضر میں امت مسلمہ کے لیے اپنی فکری، سیاسی اور مذہبی آزادی کا تحفظ ایک چیلنج بن چکا ہے اور امن عالم نئے خطرات سے دوچار ہو گیا ہے۔ ان عصری بین الاقوامی حالات کے تناظر میں سیرت محمدی کا مطالعہ ناگزیر ہو گیا ہے کیونکہ امت مسلمہ کو درحقیقت نیوورلڈ آرڈر تو سیرت محمدی ﷺ کے ذریعے دیا جا چکا ہے۔

نبی کریم نبی اکرم ﷺ نے 10ھ میں آخری حج ادا فرمایا جسے حجۃ الوداع کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس موقع پر 9 ذی الحجہ کو میدان عرفات میں آپ نے خطبہ حجۃ الوداع ارشاد فرمایا جو عالم انسانیت کے لیے پہلا باقاعدہ انسانی حقوق کا چارٹر اور اقوام عالم کے لیے نیا عالمی نظام تھا۔

اس اسلامک ورلڈ آرڈر کا سب سے اہم پہلو عالمی سطح پر قیام امن تھا۔ اقوام، ممالک اور قبائل ہمہ وقت قتل و غارت گری اور جنگ و جدال کے فساد انگیز عمل میں مبتلا رہتے تھے۔ قبائل میں لامتناہی جنگوں کے سلسلے جاری رہتے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے ان ہولناک حالات میں عالمی سطح پر قیام امن کا اعلان ان الفاظ میں فرمایا:

"فان دماءكم و اموالكم و اعراضكم عليكم حرام كحرمة يومكم هذا فى بلدكم هذا فى شهر كم هذا."[1]

"اے بنی نوع انسان! بیشک تمہاری جانیں اور تمہارے اموال اور تمہاری عزتیں تم پر حرام کر دی گئی ہیں جس طرح آج کے دن کی حرمت اور اس مہینہ کی حرمت تمہارے اس شہر میں برقرار

[1] - صحيح البخاري، كتاب الحج، باب الخطبة ايام منى، رقم الحديث: 1739

ہے۔"

دور حاضر میں ضرورت اس بات کی ہے کہ عالمی برداشت کے کلچر کو فروغ دیا جائے۔ یہ صرف عالم اسلام کے لیے نہیں بلکہ پوری دینا کی ضرورت بن چکا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی تعلیمات اور اسوہ و سیرت کے ذریعے انسانیت کو وہ نظام زندگی، حقوق و فرائض، احکام و آداب اور اوامر ونواہی عطا فرمائے ہیں جن کو عملاً اپنانے اور نافذ کرنے سے تمام مسائل حل ہو سکتے ہیں۔

> "اسلام کی تاریخ میں یہ نیو ورلڈ آرڈر آج بھی دنیا کو ایسے اصول فراہم کرتا ہے جن پر عمل پیرا ہو کر دنیا امن کا گہوارہ بن سکتی ہے۔ اس لیے امت مسلمہ کو رسول پاک ﷺ کے عطا کیے ہوئے ورلڈ آرڈر کی موجودگی میں کسی اور ورلڈ آرڈر کی ضرورت نہیں۔"[1]

خلاصۂ بحث

اسلام ایک اعتدال پسند دین ہے۔ اسلامی نظریۂ حیات کی سب سے نمایاں خوبی یہ ہے کہ اس میں زندگی کے مختلف پہلوؤں کے درمیان ایک حسین توازن پایا جاتا ہے۔ اسلام نے زندگی کے تمام شعبوں میں اعتدال اور میانہ روی کی تعلیم دی ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ ظاہری اعمال کے ساتھ فکر و خیال اور طبیعت میں بھی اعتدال کی راہ کو اپنایا جائے۔ اسلام زندگی کے ہر شعبے مذہب، سیاست، معاشرت اور معیشت میں معتدل سوچ کی تعلیمات دیتا ہے۔ اسلام کے اس بنیادی اصول یعنی اعتدال و میانہ روی کو اپنی زندگی کے ہر کام اور ہر عمل میں اختیار کرنا چاہیے خواہ وہ عمل انفرادی زندگی سے تعلق رکھتا ہو یا اجتماعی زندگی سے یعنی عقائد و عبادات، معیشت، معاشرت ،سیاست و حکومت ،لباس و خورد و نوش، سلام و کلام ،خوشی و غمی، تقریبات و تہوار ،جلسے و دھرنے اور باہمی معاملات ،غرض یہ کہ ہمیں چاہیے کہ زندگی کے ہر چھوٹے بڑے گوشے میں اسلام کے سنہری اصولوں یعنی اعتدال و میانہ روی کو مضبوطی سے تھامے رکھیں۔ معاشرتی و معاشی ناہمواریوں کا خاتمہ کر کے مساوات اور عدل و انصاف کے کلچر کو عام کیا جائے، بے روزگاری کی وجہ سے لوگ پریشانی اور ڈپریشن کا شکار ہو کر قتل و غارت اور انتہاپسندی و دہشتگردی کے مرتکب ہو جاتے ہیں۔ ریاست مدینہ میں بے روزگاری کے خاتمے کے لیے نبیؐ

[1]: قادری، محمد طاہر، ڈاکٹر، مقدمہ سیرت رسول، منہاج القرآن پبلیکیشنز، 394:2

کریم ﷺ نے اخوت و بھائی چارہ کے نظام کو متعارف کروایا، لہٰذا غربت و بے روزگاری کے خاتمے کے لیے عملی اقدامات کرنا حکومت وقت کی ذمہ داری ہے معاشرے میں اگر دہرا رویہ رکھا جائے۔ امیر امیر تر اور غریب غریب تر ہوتے جائیں تو اس کی وجہ سے مایوسی پیدا ہوتی ہے۔ مایوس لوگ یا تو خودکشی کر لیتے ہیں یا انتہا پسندی والا راستہ اختیار کر لیتے ہیں۔ اس دہرے معیار کے خاتمے کے لیے نبی کریم ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر مساوات انسانیت کا درس دیا۔ احترام آدمیت کا یہ عالم تھا کہ نبی کریم ﷺ خود ایک یہودی کی میت کے احترام میں کھڑے ہو جاتے ہیں، عدالتی نظام کو زیادہ سے زیادہ سہل بنا کر مظلوموں کے ظلم کا ازالہ کیا جائے اور جلد سے جلد انصاف مہیا کیا جائے۔ عالمی طور پر برداشت کے کلچر کو عام کیا جائے۔ اس وقت ضرورت ہے کہ دین اسلام کی تعلیمات کو آسان کر کے لوگوں کے سامنے پیش کیا جائے۔ امت کے تمام مکاتب فکر میں اتفاق و اتحاد، صبر و تحمل، بین المذاہب عالمی اتحاد، یگانگت و ہم آہنگی، اعتدال پسندی و روشن خیالی اور وسعت نظر کے اصولوں کو اپنایا جائے، اور اختلاف رائے کو علمی سطح تک محدود رکھا جائے۔